

سوال المکرم

مولانا محمد خلیل اللہ سبّانی

لفظ سوال کا معنی | سوال (شوق) سے مشتق ہے۔ اس کا لغوی معنی: اُطْصْنَا، اُبْجَرْنَا، کھڑے ہونا اور بلند ہونا ہے۔ لہذا رمضان المبارک کے بعد ماہ شوال کے لانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تمثیہ کی جاتی ہے کہ جو تہمیت اور تکبر لوگوں نے ماہ رمضان المبارک میں حاصل کیا ہے، اب اُس کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے اور اُس کو اپنا معمول بنانے کے لیے اُٹھیں، اُبھریں اور اقامتِ دین کے لیے جدوجہد شروع کہ دیں۔

اس کے علاوہ ایک توجہ دہانی یہ بھی ہے کہ لوگ حج کے لیے اُٹھیں اور تیار ہو جائیں، اس

لیے کہ یہاں سے اشہرج کا آغاز ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں۔ جو شخص ان	الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ
مقررہ مہینوں میں حج کی نیت کرے اسے نذر	فَمَنْ ذَرَفَ فِيهِمُ الْحَجَّ فَلَا
رہنا چاہیے کہ حج کے دوران میں اس سے کوئی	رَفَتْ وَلَا فُسُوئِي وَلَا جِدَالَ
شہوانی فعل کوئی بد عملی اور کوئی لڑائی جھگڑا	فِي الْحَجِّ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ
سمرزدہ نہ ہو۔ اور جو نیک کام تم کہو گے وہ اللہ	خَيْرٌ يَعْلَمُهُ اللَّهُ وَتَزِدُّوا
کے علم میں ہوگا۔ سفر حج کے لیے زاد راہ ساقفہ	حَاتٍ خَيْرٌ الزَّادِ التَّقْوَى
لے جاؤ اور سب بہتر زاد راہ تقویٰ ہے پس اے	دَ التَّقْوَى بَادِلِي الْأَلْبَابِ ه
ہو شکر! میری نافرمانی سے بچو۔	(البقرہ ۲: ۱۹۷)

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اشہر حج سب کو معلوم ہیں، اس لیے کہ زمانہ قدیم سے تا امروز حج کے لیے شوال، ذیقعدہ اور ذوالحج کے بیس دن معروف و مقرر چلے آ رہے ہیں۔ کتب احادیث و تفاسیر میں حضرت ابو بامہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اشہر حج کی یہی تفسیر منقول ہے۔

شوال سے اشہر حج شروع ہونے کا حاصل یہ ہے کہ اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں۔ بعض فقہاء کرام کے نزدیک قبل شوال حج کا احرام باندھنا بالکل باطل اور کالعدم ہو جاتا ہے، اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا۔ جس طرح نماز کے لیے قبل از وقت تکبیر تحریمہ کہنے کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ اسی طرح شوال سے قبل حج کے احرام کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اور فقہاء حنفیہ کے نزدیک قبل شوال حج کا احرام باندھنا مکروہ ہے اور حج کے دیگر اعمال باطل ہیں۔

ماہ شوال کی دو حیثیتیں | پہلی حیثیت یہ ہے کہ وہ ماہ رمضان المبارک کا تتمہ ہے اور

دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ اشہر حج کا آغاز ہے۔ اس کی پہلی حیثیت کے بنی وجوہ ہیں۔

۱۔ اولے: شوال کی پہلی تاریخ کو رمضان المبارک کی تکبیل پر بطور شکرانہ عید الفطر ادا کی جاتی ہے۔

۲۔ دوم: حقوق رمضان میں بندوں کی طرف سے جو کوتاہیاں واقع ہو جاتی ہیں ان کی تلافی اور تدارک کے لیے شوال کی صبح صادق کو صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔

۳۔ سوم: شوال کے چھ نفلی روزے ماہ رمضان سے مل کر اجرو ثواب میں صیام الہرہرہ (کم از کم ایک سال) کے برابر ہو جاتے ہیں۔ کما درونی الحدیث۔ ان نین وجوہ سے معلوم ہوا کہ یہ مہینہ ماہ رمضان المبارک کے لیے بطور تتمہ ہے۔

ماہ شوال کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ اشہر حج کا آغاز ہے۔ اس حیثیت کی بنا پر فقہاء کرام نے چند مسائل متفرع کیے ہیں۔ مثلاً:-

۱۔ ماہ شوال سے قبل حج کا احرام باندھنا فقہاء حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے اور حج کا

کوئی دوسرا عمل کیا تو وہ باطل ہے۔ مثلاً کسی شخص نے ماہ رمضان میں حج کا احرام باندھا اور مکہ معظمہ پہنچ کر طوافِ قدوم (ابتدائی طواف) کے بعد صفا اور مردہ کے درمیان سعی (طواف) بھی کر لی تو یہ سعی حج کے لیے معتبر نہ ہوگی، اشہر حج میں اس کو دوبارہ سعی کرنی پڑے گی۔

۲۔ افراد، تمتع اور قرآن حج کی تین قسمیں ہیں۔ آخری دونوں قسموں کے حجاج پر بہر صورت قربانی واجب ہوتی ہے، خواہ وہ مساکین ہی ہوں، لہذا تمتع اور قرآن کرنے والے حجاج اگر قربانی کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو اس کے عوض ان کو دس روزے رکھنے چاہئیں۔ اس طرح کہ تین روزے بحالت احرام اشہر حج کے اندر (یکم شوال سے نویں ذوالحجہ تک) رکھیں اور باقی سات روزے حج سے فارغ ہو کر جہاں چاہیں اور جب چاہیں رکھ لیں۔ لیکن اگر کسی شخص نے پہلے تین روزے شوال سے قبل ہی رکھ لیے تو پھر یہ دس روزے قربانی کا بدلہ نہیں بن سکتے۔ اب اس کو قربانی ہی کرنی پڑے گی۔ جب بھی استطاعت حاصل ہو جائے حرم میں قربانی کر دے۔

نیکی اور بدی کی جزا کا قانون | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں جو یہ ارشاد ہے کہ ماہ شوال کے چھ روزے ماہ رمضان المبارک سے مل کر اجر و ثواب میں صوم اللہ صرہ کم از کم ایک سال کے روزوں کے برابر ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے (۶: ۱۵۶)۔ اُس نے نیکی اور بدی کا بدلہ دینے کا قانون یہ بنایا ہے کہ:-

جو شخص اللہ کے حضور نیکی لے کر آئے گا
اُس کے لیے دس گنا اجر ہے۔ اور جو بدی
لے کر آئے گا اُس کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا
جتنا اُس نے قصور کیا ہے اور ان میں
کس پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ
عَشْرَ امْتَالِهَا وَمَنْ جَاءَ
بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى
إِلَّا مِثْلَهَا وَهُوَ
لَا يُظْلَمُونَ -

(الانعام ۱۶:۶)

یہ توفیق اور بڑی کی جزاء کا عام قانون ہے اور مالی صدقات کا اجر اس سے بھی زیادہ دیا جاتا ہے، اس لیے کہ خساتِ تولیہ اور فعلیہ کی نسبت مال کا خرچ کرنا زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ مال کی محبت شدید ہوتی ہے (إِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ) اس لیے اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کا اجر کم از کم سات سو گنا تک بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ
بمِثْلِ لَوْ كَانُوا يَأْمُرُونَ بِعِلَّةٍ

ہیں۔ اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک
داندہ بویا۔ اور اس سے سات بالین نکلیں اور

ہر بال میں سو دانے ہوں۔ اسی طرح اللہ
جس کے عمل کو چاہتا ہے افزونی عطا فرماتا

ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔

حَبَّةً طَيِّبَةً وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ

يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

(البقرة ۲: ۲۶۱)

اس آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے عمل کو چاہتا ہے افزونی عطا فرماتا ہے یعنی اس کو سات سو گنا سے بھی زیادہ اجر دیتا ہے۔ یہ اہل انفاق کے تقویٰ، اخلاص اور حالات کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ: ”جس شخص نے اپنے حلال اور طیب کسب سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے اجر کو بڑھاتا رہتا ہے جس طرح تم گھوڑے کے بچے کو پالتے اور بڑھاتے ہو۔ یہاں تک کہ وہ اجر پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔“

کسی پہاڑ کے اجزاء کھجور کے برابر نکالے جائیں تو وہ سات سو سے کسی گنا زیادہ اور بے شمار ہوں۔ اسی طرح بعض اشخاص کے اخلاص اور حالات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ اُن کا اجر لاکھوں گنا بڑھا دیتا ہے۔ واللہ واسع علیم۔

جزاء بشرط بقائے عمل | سورہ انعام کی مذکورہ آیت (۱۶۰) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

جو شخص اللہ کے حضور نیکی یا بدی لے کر آئے گا اس کو یہ جزا دی جائے گی۔ یوں نہیں فرمایا کہ جس نے نیکی یا بدی کا ارتکاب کیا ہو اس کو یہ جزا دی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر عمل کی آخری جزا تب ملے گی جب کہ وہ عمل خدا تعالیٰ کی عطاات تک باقی اور محفوظ رہے۔ اگر اس مدت سے قبل ہی کسی ساگناہ معاف ہو گیا، یا کسی کی نیکی ضائع اور باطل ہو گئی تو پھر مذکورہ جزا بھی مرتب نہیں ہوگی۔

واضح ہو کہ کفر، شرک، ارتداد اور ایذا پر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چار گناہ ایسے ہیں کہ ان سے تمام نیکیاں ضبط (ضائع) ہو جاتی ہیں۔ احسان جتانے سے احسان کا اجر ضائع ہو جاتا ہے اور مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے سے عباداتِ نافلہ کا اجر ضائع ہو جاتا ہے وغیر ذالک اسی طرح بہت سی نیکیاں گناہوں کو دھو ڈالتی ہیں۔ رَاتِ الْحَسَنَاتِ يَذُھِبْنَ
السيئاتِ ۱۱: ۱۱۴)

وحی کے تعلیمی سال کا آغاز | قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں شروع ہوا۔ مسند امام احمدؒ کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب سابقہ کا نزول بھی رمضان المبارک میں ہوا تھا۔ لہذا رمضان المبارک وحی الہی کے اخذ اور قبول کا مہینہ تھا۔ اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ رمضان کے بعد متصل ہی اس وحی الہی کے ضبط، حفظ، تعلیم و تدریس اور تبلیغ و اشاعت کا کام شروع ہو جائے لہذا ماہ شوال وحی الہی کے تعلیمی سال کا آغاز بھی ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام کے اکثر دینی مدارس کا تعلیمی سال ماہ شوال سے شروع ہوتا ہے اور پندرہ شعبان پر ختم ہو جاتا ہے۔ پھر رمضان المبارک میں قرآن مجید کا اخذ اور سماع ہوتا ہے۔

لہذا ماہ شوال کی آمد یہ دعوت دیتی ہے کہ ہم کتاب اللہ کے حقوق اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اٹھیں اور اس تربیت کو ضائع نہ ہونے دیں جو ماہ رمضان المبارک میں حاصل ہوئی ہے۔

وَأَخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَدَّ يَلِيهِ رَبُّ الْعَالَمِينَ۔